ہنوز الطاف بھائی دور است!

تحریر: سہیل احمد لون

ویسے تو میڈیا کی مہربانی ایم۔ کیو۔ ایم کے بانی الطاف حسین پر کچھ زیادہ خاص ہی رہی ہے مگر گزشتہ چند ہفتوں میں الطاف بھائی اور ایم۔ کیو۔ ایم کے بارے میں میڈیا پر ایسی رپوٹیں اور تبصرے بھی آن ائیر اور شائع ہوئے جن کو پہلے کوئی صحافی بند کمرے میں کسی دوست یا ساتھی سے شیئر کرنے کی جرات کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا کیونکہ بند کمرے میں بھی کی ہوئی گستاخی بند بوری تک لیجانے کا موجب بن سکتی تھی۔ ایم۔ کیو۔ ایم کے سیاسی قبلے میں وردی والوں نے بوٹوں سمیت داخل ہو کر نائن زیرو کا تقدس ایسا پامال کیا کہ میڈیا سمیت کراچی کی عوام میں خوف کا عنصر بھی زیرو ہو گیا۔ این۔ اے 246 جہاں گزشتہ ڈھائی دہائیوں سے کسی دوسری سیاسی جماعت کو انتخابی مہم چلانے میں اتنی دلچسپی لیتے نہیں دیکھا گیا جیسا موجودہ ضمنی انتخابات میں دیکھا جا رہا ہے۔ انتخابات کے نتیجے میں بھلے تبدیلی نہ بھی آئے مگر ووٹوں کی تعداد اور جیت کے مارجن میں ایک بڑی تبدیلی ضرور آئے گی۔ متحدہ قومی موومنٹ کا ستارہ ان دنوں گردش میں ہے کراچی میں رینجرز کے آپریشن میں ان کی سیاسی ساکھ متاثر ہو رہی ہے اور دوسری جانب لندن میں الطاف بھائی کو تھانے کے چکر کاٹنے پڑ رہے ہیں جس سے پاکستان میں ہونے والے مکالمے نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ وطن عزیز میں صولت مرزا نے لب کشائی کی تو لندن میں اسکارٹ لینڈ یارڈز منی لانڈرنگ اور عمران فاروق کے قتل کی تحقیقات الطاف بھائی کیلئے عذاب بنتا جا رہا ہے۔ جس کیلئے وہ اپنے کارکنوں سے باقاعدہ دعا کی درخواست کرتے بھی پائے گئے ہیں ممکن ہے ان قریب آیت کریمہ تک نوبت آن پہنچے۔ ان تمام کیسز میں جو واحد شے مشترک ہے وہ الطاف بھائی کی ذات گرامی ہے کیونکہ پاکستان میں شخصی سیاسی جماعتوں کی وجہ سے جماعت کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی جتنی اُس کے قائد کی سمجھی جاتی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ پاکستان میں ایک بھی سیاسی جماعت بحثیت جماعت وجود نہیں رکھتی البتہ شخصیت کی وجہ سے جماعتوں کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جماعت اسلامی چونکہ مذہبی جماعت ہے سو میں اُسے کبھی بھی سیاسی جماعت ماننے کیلئے تیار نہیں کیونکہ اگر سیاسی جماعت مذہبی نہیں ہوسکتی تو مذہبی جماعت سیاسی کیونکر ہوسکتی ہے یہ الگ بات ہے کہ پاکستان میں مسلم لیگ نامی جماعت بھی ہے جس کا جمالیاتی ترجماں بقول خواجہ جمشید امام کے جماعت اسلامی ہی بنتا ہے۔

وطن عزیز میں تحقیقات، کمیشن کی رپوٹس اور عدالتی فیصلوں میں سیاسی اثر ورسوخ بہت حد تک اثر انداز ہوتا ہے مگر برطانیہ میں عدالتی نظام سیاسی اثر ورسوخ سے کافی حد تک پاک ہے۔ 1970ء سے 1993ء تک برطانیہ میں بم دھماکوں کے درجنوں واقعات منظر عام پر آئے۔ جن میں کوئی مسلمان جہادی نہیں بلکہ IRA کا عمل دخل ہوتا تھا۔ 21 نومبر 1974ء کو برمنگھم میں شراب خانوں میں بم دھماکے ہوئے جس کے نتیجے میں 21 افراد ہلاک اور 182 زخمی ہوئے۔ عوامی ردعمل کی وجہ سے کہ میٹروپولیٹن پولیس کو فوری ملزمان پکڑنے کا شدید دباؤ تھا۔ برطانوی پولیس نے 6 آئرش کو بم دھماکوں کے شبے میں پکڑ لیا۔ ان کا چالان مکمل کر کے عدالت کے سامنے پیش کر دیا گیا ان کے خلاف صرف دو شواہد پیش کیے گئے ایک تو وہ آئیرلینڈ سے آئے تھے دوسرا ان کے ہاتھوں کے لیبارٹری ٹیسٹ سے یہ پتہ چلا تھا کہ

انہوں نے بارودی مواد کو ہاتھ لگایا تھا۔ چھ افراد کو 1975ء میں عمر قید کی سزا سنادی گئی اس وقت عوام نے برطانیہ میں ڈیتھ پینلٹی دینے کے قانون کو دوبارہ رائج کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔ 1976ء میں ان کی اپیل بھی عدالت نے مسترد کر دی۔ 1980s ء کے آخر میں تحقیقاتی صحافی Chris Mullin (جو بعد میں سیاست میں آ گئے) نے اس کیس کی تحقیق کی اور یہ بات سامنے آئی کہ وہ چھ افراد بے قصور تھے، پولیس نے تشدد کر کے ان کو جرم ماننے پر مجبور کر دیا تھا ان کے ہاتھوں کو بارود لگنے کی جو فرانزک رپورٹ آئی تھی وہ اپنی جگہ درست تھی مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ چھ افراد ٹرین کے ذریعے برمنگھم آئے تھے اور دوران سفر تاش کھیلتے رہے۔ تاش کے پتوں پر ایسا کیمیکل لگا ہوتا ہے جس سے وہ پھسلتے ہیں اگر کوئی شخص ان کو زیادہ دیر تک ہاتھوں میں رکھے تو اس کے ہاتھوں کا لیبارٹری ٹیسٹ لینے سے بارودی مواد والا نتیجہ ہی برآمد ہو گا۔ 1991ء میں ان چھ افراد کو رہا کر دیا گیا اور ہرجانے کے طور پر 1.2 ملین پاؤنڈ بھی ادا کیا گیا کیونکہ انہوں نے سولہ برس بغیر کسی جرم کے جیل میں گزارے تھے۔ Birmingham Six تاریخ کا حصہ بن گئے۔ 5 اکتوبر 1974ء کو Guildford میں شراب خانوں میں بم دھماکوں کے واقعات ہوئے جس کے نتیجے میں چار افراد جن کا تعلق آئیرلینڈ سے تھا اُن کو برطانوی پولیس نے شبہ میں گرفتار کر کے ان کو جرم ماننے پر مجبور کر کے عدالت میں پیش کر دیا جس پر عدالت نے ان کو عمر قید کی سزا سنادی۔ وہ تقریباً پندرہ برس جیل کے سلاخوں کے پیچھے رہے برمنگھم سکس کی طرح وہ بھی بے قصور ثابت کیے گئے جس پر ان کو رہا کیا گیا بدقسمتی ہے رہائی سے قبل ان میں سے ایک شخص Giuseppe Conlon کی موت واقع ہو گئی۔ 22 اپریل 1972ء ساؤتھ ایسٹ لندن میں Maxwell Confait کے قتل کیس میں پولیس نے اٹھارہ برس کے ایک نوجوان Colin Lattimore کو حراست میں لیا جس کی ذہنی عمر آٹھ برس کے بچے جیسی تھی اس پر دباؤ ڈالا تو اس نے چودہ اور پندرہ برس کے دو بچوں کا نام بھی لے لیے۔ پولیس نے بچوں کو ڈرا دھمکا کر اقبال جرم کروالیا اور عدالت میں پیش کر کے ان کو سزا دلوائی گئی۔ Colin Lattimore کے باپ نے ملکہ برطانیہ، وزیراعظم، ہوم سیکریٹری سمیت چند MPs کو خطوط ارسال کیے اور میڈیا سے بھی مدد کی درخواست کی۔ بالآخر تینوں بے قصور رہا کر دیے گئے۔ Miscarriages of Justice کی بدترین مثالیں سامنے آنے پر برطانیہ کو Mid 90s میں نئی قانون سازی کرنی پڑی۔ اب پولیس دوران تفتیش زیادہ احتیاط سے کام لیتی ہے۔ کسی کیس میں اگر عوامی دباؤ ہو بھی تو وہ تھرڈ ڈگری والا فارمولہ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جب تک انکے پاس ایسے ٹھوس شواہد اکٹھے نہ ہو جائیں جس سے ان کو یقین ہو کہ ملزم کو سزا ہو جائے گی وہ اس وقت تک کراؤن پراسیکیوشن سروس CPS کے حوالے کیس نہیں کرتے۔ CPS بھی تمام شواہد کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد ہی کیس عدالت تک بھیجتا ہے تاکہ کسی بے گناہ کو سزا نہ ہو جائے۔ Miscarriages of Justice کی شرح میں اب خاصی کمی آ چکی ہے۔ چند برس قبل عمران خان نے الطاف حسین کے خلاف کیس برطانیہ میں کیس فائل کیے اور اس وقت منی لانڈرنگ کیس اور عمران فاروق قتل کیس کی تحقیقات جاری ہیں۔ الطاف بھائی کے خلاف جب تک ٹھوس شواہد CPS کو پیش نہ کیے جائیں اس وقت تک ان کو عدالت میں پیش نہیں کیا جائے گا۔ الطاف بھائی کو برطانیہ میں مقیم ہوئے اب تقریباً 23 برس ہو گئے ہیں اور اب تو وہ برطانوی شہریت بھی رکھتے ہیں ان کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ جارج گیلووے پارلیمنٹ ہاؤس میں ان کے خلاف جتنا مرضی بولے، پی ٹی آئی والے فون پر ان کے خلاف جتنی

مرضی شکایات درج کرواتے رہیں، پولیس نے ان پر تھرڈ ڈگری تو استعمال کرنی نہیں۔ اگر پولیس نے ان کے خلاف اتنا مواد اکٹھا کر کے CPS کو دے دیا جس سے ان کو عدالت سے سزا بھی ہو جائے تو بھی ان کو اس بات کا اطمینان ہے کہ برطانیہ میں سزائے موت نہیں ہو گی اور جہاں تھرڈ ڈگری کا رواج اور سزائے موت کا قانون نافذ عمل ہے وہاں انہوں نے کبھی جانا نہیں۔ سو فی الحال الطاف حسین کے بارے میں تحریک انصاف یا جماعت اسلامی والوں کو کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے گو کہ محمد شاہ رنگیلا کہ ہنوز دلی دور است کہنے کے باوجود دشمن فوجیں محل میں داخل ہو گئی تھیں لیکن الطاف بھائی بارے واقعی سنجیدگی سے کہا جا سکتا ہے: ہنوز الطاف بھائی دور است!

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

19-04-2015